پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

مسلم لیگ کی تاریخ کا ایک باب

علامہ اقبالؒ کا یہ مطالبہ کہ مسلم لیگ کو قوم کے سامنے معاشی پروگرام پیش کرنا چاہیے دراصل مجلس احرار اسلام کا ہی وہ بنیادی تقاضہ تھا جو مسلم لیگ کے ایوان میں صدا بصحرا ثابت ہوا اور خود مجلس احرار اور مسلم لیگ کے درمیان بھی ''**ھذا فراق بینی وبینک** '' ثابت ہوا۔ حالانکہ ۳۷۔۱۹۳۶ء کے انتخاب میں مسلمانوں کی یہ دو جماعتیں عارضی طور پر ایک دوسرے کے قریب آ گئی تھیں اور مجلس احرار اسلام نے مسٹر محمد علی جناح کی دعوت پر مسلم لیگ کے ساتھ مل کر انتخاب میں حصہ لینے کا فیصلہ بھی کر لیا تھا۔ مسلم لیگ کے جاگیردار طبقے کی سازش سے یہ اتحاد قائم نہ رہا حتیٰ کہ خود مسٹر جناح نے احرار اکابر کو صاف صاف جواب دے دیا تھا کہ ''میں اپنے اس جاگیردار طبقے کو نہیں چھوڑ سکتا یہ جیسے بھی ہیں' میں نے انہیں ہی ساتھ لے کر چلنا ہے'' مسٹر جناح کا یہ جواب اکابر احرار کی اس بات کا جواب تھا کہ

> ''ہم آپ کے ساتھ تو چل سکتے ہیں لیکن آپ کے ان ساتھیوں کے ساتھ نہیں چل سکتے جن کی سوچ استحصالی سوچ ہے اور جو طبقہ اس معاشرے میں استحصالی سرگرمیوں کا مرکز ومحور ہے۔''

(تفصیل کے لیے پڑھیے محمد رفیق اختر کی کتاب ''تحریک آزادی کا ایک اہم باب ''احرار اور مسلم لیگ'')

پاکستان کی تحریک کی مخالفت تو بہت بعد کی بات ہے۔ جسے احرار' مسلم لیگ نزاع میں بنیادی نہیں ثانوی حیثیت حاصل ہے۔ استحصالی قوتوں کو ساتھ لے کر چلنے کے لیگی فیصلے نے احرار اور مسلم لیگ کے درمیان اتحاد کے تمام دروازے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیئے۔ اسی استحصالی قوت کو ساتھ لے کر چلنے کی لیگی روش نے اسے بدنام زمانہ ''سکندر جناح پیکٹ'' پر مجبور کیا جس کے خلاف علامہ اقبال اور ان کے مخلص لیگی ساتھی ملک برکت علی بیرسٹر، پیر تاج دین، غلام رسول خان بیرسٹر، جنرل سیکرٹری پنجاب مسلم لیگ خلیفہ شجاع الدین، ملک زمان مہدی اور عاشق حسین بٹالوی جائنٹ سیکرٹری پنجاب مسلم لیگ ایک طویل جدوجہد کرتے رہے۔ علامہ اقبال کی واضح ہدایت کے مطابق مسلم لیگ ہائی کمان کی قابلِ اعتراض روش پر اسے تنقید کا نشانہ بناتے رہے۔ سکندر حیات کی عیارانہ چالوں سے اپنی ہائی کمان کو آگاہ کرتے رہے کہ کس طرح سکندر حیات ''سکندر جناح پیکٹ'' کا سہارا لے کر پنجاب مسلم لیگ کو تباہ و برباد کرنے پر تُلا ہوا ہے لیکن ان کی کوئی شنوائی نہ ہوئی، لیاقت علی خان اور محمد علی جناح تک نے اس جائز اور مبنی برحقیقت احتجاج کو مسترد کرتے ہوئے یونینسٹ پارٹی کی جاگیردارانہ قیادت کو پنجاب مسلم لیگ پر مسلط کر دیا۔ یہ ساری کہانی عاشق حسین بٹالوی کی معروف کتاب

''اقبال کے آخری دو سال'' میں موجود ہے جسے پڑھ کر احرار کے اس مؤقف کی تائید ہو جاتی ہے کہ مسلم لیگ کے جاگیر دارانہ ماحول میں متوسط اور غریب طبقے کے کارکن کی خواہ وہ کتنا ہی مخلص کیوں نہ ہو' کوئی جگہ نہیں۔ لیجئے اس کتاب کے چند اوراق آپ کے سامنے ہیں۔ مسئلہ پنجاب مسلم لیگ کے مرکز کے ساتھ الحاق کا ہے جس میں مرکز نے پنجاب مسلم لیگ کے الحاق کو معطل کر رکھا ہے محض اس لیے کہ مرکز اپنی مرضی کی ایسی پنجاب مسلم لیگ آرگنائزنگ کمیٹی بنانا چاہتا ہے جس میں سکندر جناح پیکٹ کے تحت یونینسٹ پارٹی کے جاگیرداروں کی اکثریت ہو، جبکہ پنجاب مسلم لیگ کے متوسط طبقے کے مخلص کارکن علامہ اقبال کی قیادت میں اس کے خلاف ہیں۔ ان کی درخواست مرکزی مسلم لیگ مسترد کر دیتی ہے جس کے بعد ملک برکت علی مسٹر جناح کے نام ایک خط لکھتے ہیں' ذرا پڑھیے۔

''ڈیر مسٹر جناح!

مسٹر غلام رسول خان بیرسٹر ایٹ لاء نے ابھی ابھی مجھے وہ خط دکھایا ہے جو انہیں آل انڈیا مسلم لیگ کے مرکزی دفتر سے موصول ہوا ہے اس خط میں اس کمیٹی کی رپورٹ کے اقتباس بھی درج ہیں۔ جو الحاق کی درخواستوں کا فیصلہ کرنے کے لیے مقرر کی گئی تھیں۔ اس اقتباس میں وہ وجوہ بیان کی گئیں ہیں جن کی بنا پر مذکورہ سب کمیٹی نے پنجاب پروانشل مسلم لیگ کا الحاق کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ سب کمیٹی نے ہمارے دستور کی دو شقوں پر اعتراض کیا ہے اوّل یہ کہ پنجاب مسلم لیگ کسی دوسری مسلم ایسوسی ایشن کا الحاق بھی اپنے ساتھ کر سکتی ہے۔ دوم یہ کہ پنجاب مسلم لیگ کی رکنیت براہ راست بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ یہ دونوں شقیں چونکہ آل انڈیا مسلم لیگ کے دستور کے منافی قرار دی گئیں ہیں اس لیے میری گزارش ہے کہ ان میں نہایت آسانی کے ساتھ ترمیم و تنسیخ کی جاسکتی ہے تاکہ ہمارا آئین جزواً وکلاً ان اصولوں پر مرتب ہو جائے' جن پر آل انڈیا مسلم لیگ کا دستور وضع کیا گیا ہے۔ مسٹر غلام رسول نے بہت جلد پنجاب پروانشل مسلم لیگ کا اجلاس منعقد کرنے کا اعلان کیا ہے تاکہ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے دونوں اعتراضوں کو رفع کر کے نئی درخواست بھیج دی جائے۔

آپ کی خدمت میں یہ عریضہ لکھنے سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ میں نہایت ادب سے عرض کروں کہ ان دو معمولی فروگزاشتوں کی آڑ لے کر ہمارے الحاق کی درخواست کو مسترد کر دینا کسی طرح بھی جائز قرار نہیں دیا جا سکتا، ہماری صوبائی لیگ آل انڈیا مسلم لیگ کی باقاعدہ ملحقہ شاخ ہے اور اس کا یہ الحاق کوئی نیا نہیں بلکہ ۱۹۱۶ء سے چلا آ رہا ہے۔ ایسی پرانی شاخ کے لیے صرف یہی کافی تھا کہ اسے مذکورہ بالا قابل اعتراض شقوں کو رفع کرنے کی ہدایت کر دی جاتی نہ یہ کہ محض ایک اصطلاحی عذر کی بنا پر الحاق ہی سے انکار کر دیا جاتا۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ الحاق اس شرط پر منظور کر لیا جاتا کہ ہم دونوں شقیں رفع کر کے اپنے آئین کو درست کر دیں۔

ہمیں اور لیگ کے تمام کارکنوں کو سب سے زیادہ تکلیف جس بات سے ہوئی وہ یہ ہے کہ یونینسٹ پارٹی کے لوگ کئی روز سے شور مچا رہے تھے کہ ہماری لیگ کا الحاق نہیں ہوگا۔ آخر کار ان کی بات درست نکلی اور آل انڈیا مسلم لیگ نے وہی کیا جو یونینسٹ پارٹی چاہتی تھی۔ ہم نہایت اخلاص اور وفاداری کے ساتھ گزشتہ بائیس سال سے آل انڈیا مسلم لیگ کی خدمت کر رہے ہیں ہمیں یہ دیکھ کر انتہائی دکھ ہوا کہ ہمارے ساتھ ناروا سلوک صرف اس لیے کیا جا رہا ہے کہ ان لوگوں کو مطمئن کیا جائے جو آل انڈیا مسلم لیگ کے بد ترین دشمن ہیں اور آج بھی اس صوبے میں مسلم لیگ کی جڑیں کاٹنے میں صبح و شام مصروف رہتے ہیں۔

ہم نے مخالفت کے بدترین طوفان کے باوجود لیگ کی خدمت سے کبھی منہ نہیں موڑا اور یہ سب کچھ کسی شخص کو خوش یا ناراض کرنے کے لیے نہیں کیا بلکہ ہمارے پیشِ نظر صرف قومی خدمت کا نصب العین تھا۔ الحمدللہ آج ہم فخر و انبساط سے اپنی شبانہ روز محنت کے نتائج دیکھ رہے ہیں کہ سارا پنجاب یونینسٹ پارٹی سے متنفر اور مسلم لیگ کا حامی و مددگار ہے۔ اگر گزشتہ انتخاب میں لیگ کے زیادہ نمائندے اسمبلی میں منتخب نہیں ہوسکے تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ شہری اور دیہاتی حلقوں کو نہایت ہوشیاری بلکہ مکاری سے ایک دوسرے سے علیحدہ رکھا گیا۔ تاہم ان رکاوٹوں کے باوجود میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آج رائے عامہ ہمارے ساتھ ہے اور ان شاءاللہ عام انتخاب میں یونینسٹ پارٹی کو ختم کر کے رکھ دیا جائے گا۔

ہم محسوس کر رہے ہیں کہ آپ کو ابھی تک اُمید ہے کہ یونینسٹ پارٹی کا لیڈر آپ کے ساتھ شامل ہو جائے گا۔ ہم ہر ممکن طریقے سے آپ پر یہ حقیقت واضح کر چکے ہیں کہ سر سکندر حیات کبھی پنجاب اسمبلی میں مسلم لیگ پارٹی نہیں بنائیں گے۔ ان کی چال صرف یہ ہے کہ ایک طرف تو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل میں کسی نہ کسی طرح اپنا اثر و رسوخ قائم رکھیں اور دوسری طرف پنجاب میں مسلم لیگ کا سر کچلتے رہیں۔ ستم ہے کہ ہمارے پیہم انتباہ کے باوجود وہ آپ کو قائل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اور اب تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کھیل میں گویا ہم لوگوں کو قربانی کا بکرا بنایا جا رہا ہے۔ ہم ہرگز ہرگز اپنے آپ کو قربانی کے بکرا کی حیثیت دینا گوارہ نہیں کریں گے۔ بلکہ ہم تو اس بات پر آمادہ ہیں کہ پنجاب مسلم لیگ کو توڑ کر یہ اعلان کر دیں کہ ہماری جماعت آل انڈیا مسلم لیگ کی باضابطہ شاخ نہیں ہے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو ہم ابھی اس قسم کا اعلان کرنے کو تیار ہیں۔ سر سکندر اور ان کے احباب بڑی خوشی سے لیگ کو سنبھال لیں۔ حاشا وکلّا کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ الحاق کرنے والی سب کمیٹی کی مذکورہ بالا رپورٹ موصول ہونے کے بعد ہمارا پہلا ردِعمل یہی تھا کہ فوراً اپنی علیحدگی کا اعلان کر کے لیگ کو سکندر اور ان کے احباب کے حوالے کر دیں لیکن پھر سوچ کر یہ فیصلہ ہوا کہ پہلے آپ کو اپنے خیالات و عزائم سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔

اگر آپ کو اب ہماری چنداں ضرورت نہیں رہی تو ہمیں آپ سے قطعاً کوئی شکایت نہیں لیکن ہم یہ تو

ہرگز برداشت نہیں کر سکتے کہ ہماری اس لیگ کا الحاق منسوخ کر دیا جائے جو گزشتہ ربع صدی سے آل انڈیا مسلم لیگ کی ایک ملحقہ شاخ چلی آرہی ہے، اور جس کے ممبروں میں ڈاکٹر سر اقبال ایسے عظیم المرتبت اور ہندوستان گیر شہرت آدمی کا نام نامی بھی موجود ہے۔

سب کمیٹی کی رپورٹ میں لکھا ہے کہ علاوہ ''دیگر امور کے پنجاب مسلم لیگ کا آئین آل انڈیا مسلم لیگ کے آئین کے خلاف ہے'' یہ الفاظ بھی علاوہ دیگر امور کے ہمارے لیے بالکل ناقابل فہم ہیں۔

میں اس موقع پر خاموش رہنا بزدلی سمجھتا ہوں۔کونسل کے ممبروں کی جو فہرست ہم نے بھیجی تھی اسے نہایت حقارت سے ٹھکرا دیا گیا ہے اور ان لوگوں کو لیگ میں نامزد کیا گیا ہے جو ہر اعتبار سے لیگ کے بدترین دشمن ہیں اور جو آج بھی لیگ کے پروگرام اور اصولوں کی مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ یہ لوگ خوش ہیں کہ معاہدہ کی بنیادی شرائط پوری کیے بغیر بھی اسمبلی میں پارلیمنٹری پارٹی قائم کیے بغیر انہیں اپنے مقصد میں کامیابی ہوگئی ہے۔ یقین کیجئے گا کہ آپ ان لوگوں پر اعتماد کر رہے ہیں جو اعتماد کے قابل نہیں۔ ہمیں آپ کی رائے پر کوئی اختیار نہیں آپ بڑی خوشی سے جو چاہیں کر سکتے ہیں۔لیکن خدارا ہمیں قربانی کا بکرا نہ بنائیے۔ ازراہِ کرم مجھے مطلع فرمائیے گا کہ ہماری موجودہ پوزیشن کیا ہے۔ ہماری لیگ کے الحاق کی درخواست کا استرداد کوئی معمولی واقعہ نہیں کہ ہم خاموشی سے اس ذلت کو برداشت کرلیں۔ ہمارا حق ہے کہ اپنا سینہ چیر کر آپ کو دکھائیں تاکہ آپ ہمارے حقیقی جذبات سے آگاہ ہوسکیں۔ براہِ کرم میرے تلخ اور ناملائم الفاظ کو معاف کر دیجئے گا۔ ہمارے ساتھ جو سلوک کیا گیا ہے وہ اس قدر تکلیف دہ ہے کہ معمولی صبر وضبط سے کام نہیں لیا جاسکتا۔

آپ کا مخلص

برکت علی

''غلام رسول خان نے ۱۲راپریل کو پنجاب مسلم لیگ کا اجلاس طلب کر کے سب کمیٹی کے دونوں اعتراض رفع کر دیئے اور اصلاح شدہ آئین کے مسودہ کے ساتھ الحاق کی نئی درخواست دہلی بھیج دی۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس سارے ہنگامے کے دوران میں نواب ممدوٹ نے اپنی شکل تک ہمیں نہ دکھائی وہ پراونشل مسلم لیگ پنجاب کے صدر تھے اور ان کا فرض تھا کہ اس جدوجہد میں ہمارے شانہ بشانہ کھڑے ہوتے۔ لیکن از بسکہ ہماری درخواست کو مسترد کرائے جانے میں سب سے بڑا دخل انہی کا تھا وہ اس موقعہ پر ہمارے قریب تک نہیں آئے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا خصوصی اجلاس ۱۸، ۱۹راپریل کلکتہ میں ہونے والا تھا۔ جب پنجاب پرونشل مسلم لیگ کا وجود ہی باقی نہیں رہا تھا تو آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسے میں شرکت کرنا بے معنی سی بات تھی لیکن چونکہ اس اجلاس میں شہید گنج کے مسئلہ کا فیصلہ ہونے والا تھا' اس لیے پنجاب بھر میں جوش وخروش پھیلا ہوا تھا اور بہت سے لوگ کلکتہ جانے کی

تیاریاں کر رہے تھے۔ ہر ضلع سے مندوبین کی فہرستیں ہمارے دفتر میں پہنچ رہی تھیں اور لوگ بڑے اصرار سے ڈیلی گیٹ کے ٹکٹ طلب کر رہے تھے۔ مجبوراً ان تمام لوگوں کو اطلاع دینا پڑی کہ لیگ کا الحاق چونکہ منظور نہیں ہوا اس لیے کوئی شخص ڈیلی گیٹ کی حیثیت سے کلکتہ نہیں جا سکتا۔ اس خبر سے چاروں طرف مایوسی پھیل گئی۔

۱۴/اپریل کو گیارہ بجے کے قریب غلام رسول خان اور ملک زمان مہدی میرے مکان پر آئے اور کہنے لگے کہ تیار ہو جاؤ آج شام کی گاڑی سے کلکتہ جانا ہے۔ میں نے تعجب سے پوچھا کہ یہ فیصلہ کب ہوا کیونکہ شام تک تو کوئی ارادہ نہیں تھا۔ غلام رسول نے بتایا کہ آج صبح ڈاکٹر (اقبال) صاحب نے حکم دیا ہے کہ کلکتہ جا کر اپنی جنگ خود لڑو۔ یہاں گھر میں بیٹھ رہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔

ہم اب ڈاکٹر صاحب ہی کی طرف جا رہے ہیں تم بھی چلو۔ پہلے ہم ایک ضروری کام کے سلسلے میں روزنامہ ''احسان'' کے دفتر میں گئے اور وہاں سے ڈاکٹر صاحب کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے۔ ملک برکت علی بھی وہاں موجود تھے ڈاکٹر صاحب آنکھیں بند کیے ہوئے پلنگ پر لیٹے تھے۔ غلام رسول خان نے عرض کیا کہ ہم لوگ شام کو کلکتہ جا رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: ''ضرور جاؤ اور اپنے حق کے لیے آخر تک لڑو ہمارے ساتھ سخت ناانصافی ہوئی ہے''۔

ملک برکت علی نے کہا ''اگر ہماری نئی درخواست بھی منظور نہ ہوئی تو پھر کیا ہوگا۔''

ڈاکٹر صاحب کی طبیعت خراب تھی لیکن انہوں نے کسی قدر جوش سے فرمایا:

'' کچھ فکر نہیں درخواست منظور ہو یا نامنظور، جس اصول پر ہم نے اب تک کام کیا ہے آئندہ بھی جاری رہے گا۔''

جب ہم رخصت ہونے لگے تو فرمایا: ''کسی کی پروانہ کرنا''

ملک برکت علی، خلیفہ شجاع الدین، غلام رسول خان، پیر تاج دین، ملک زمان مہدی خان اور راقم السطور ۱۴/ اپریل کی شام کلکتہ روانہ ہوئے۔ راجہ عبدالعزیز بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ہماری لیگ کا الحاق نامنظور ہو جانے کے باوجود پنجاب سے بہت سے لوگ کلکتہ جا رہے تھے۔ سہارن پور کے سٹیشن پر نواب اسماعیل خان بھی ہماری گاڑی میں سوار ہو گئے وہ بھی کلکتہ جا رہے تھے۔ نواب صاحب الحاق کی درخواستوں کا فیصلہ کرنے والی کمیٹی کے صدر تھے۔ جب ان سے پنجاب کے بارے میں ہماری مفصّل گفتگو ہوئی تو انہیں تمام حالات سن کر سخت افسوس ہوا۔ غلام رسول خان کے پاس الحاق کی نئی درخواست موجود تھی۔ نواب صاحب نے اسی وقت اس پر بڑے زوردار الفاظ میں لکھ دیا کہ الحاق فوراً منظور ہو جانا چاہیے۔

۱۶/اپریل کی صبح کو ہم کلکتہ پہنچے اور مسلم انسٹی ٹیوٹ کی بالائی منزل میں قیام پذیر ہوئے اسی روز دوپہر کو ایک بجے الحاق کی نئی درخواست جس پر نواب اسماعیل خان کی سفارش درج تھی ہم نے آل انڈیا مسلم لیگ کے دفتر پہنچا دی۔

۱۷/اپریل کی صبح کو ساڑھے گیارہ بجے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس ہونے والا تھا۔ اس لیے ۱۶/اپریل کی

شام کو ہم نے اکٹھے بیٹھ کر مشورہ کیا کہ اجلاس میں کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ ہمیں یقین تھا کہ ہماری درخواست پھر مسترد کر دی جائے گی۔ غلام رسول خان تخت یا تختہ کے قائل تھے آخر کسی قدر سوچ بچار کے بعد فیصلہ ہوا کہ اگر درخواست منظور نہ ہو تو راقم التحریر وہیں اجلاس میں کھڑے ہو کر بحث کا آغاز کرے اور اگر بحث طول کھینچ لے تو ملک برکت علی اور خلیفہ شجاع الدین مدد کریں۔

۱۷/اپریل کو وقت مقررہ پر کونسل کا جلسہ شروع ہوا۔ پیر تاج الدین اور راقم التحریر سٹیج کے عین سامنے بنچ پر بیٹھ گئے، باقی چاروں اصحاب پچھلی نشستوں پر تشریف فرما ہوئے۔ سر سکندر حیات تشریف نہیں لائے تھے لیکن ان کی پارٹی کے کم از کم ایک درجن ممبر ہال میں موجود تھے۔

نواب زادہ لیاقت علی خان نے گزشتہ اجلاس کی رپورٹ سنائی۔ پھر صوبائی لیگوں کے الحاق کی درخواستوں کا معاملہ زیر بحث آیا تو کئی ایسی لیگوں کی درخواستیں منظور کر لی گئیں جن کا وجود ہی محض کاغذی تھا۔ صوبہ سرحد کی بھی ایک نام نہاد لیگ کا الحاق منظور کیا گیا۔ حالانکہ خود آل انڈیا مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری نے اُس وقت تسلیم کیا کہ اس لیگ کا وجود صرف کاغذی ہے اور اس کا کوئی دستور بھی تا حال وضع نہیں کیا گیا لیکن جب پنجاب کی طرف سے الحاق کی نئی درخواست پیش ہوئی تو نواب زادہ لیاقت علی خان نے مخالفت کی اور کہا کہ یہ درخواست منظور نہیں کی جا سکتی۔ میں اس موقعہ کا منتظر بیٹھا تھا۔ میں نے اُسی وقت کھڑے ہو کر سوال کیا کہ ہماری درخواست کے نامنظور کیے جانے کی وجہ کیا ہے؟

نواب زادہ صاحب نے کسی قدر تحکمانہ انداز میں فرمایا:

''بیٹھ جاؤ!''

میں نے عرض کیا:

''میں کوئی سکول کا طالب علم نہیں ہوں اور نہ آپ سکول ماسٹر ہیں کہ مجھے یوں بیٹھ جانے کا حکم دیں۔''

اس پر وہ بگڑ کر بولے:

''کیا لاہور سے ہماری بے عزتی کرنے یہاں آئے ہو؟''

میں نے جواب دیا:

''میں آپ کی بے عزتی کرنے تو نہیں آیا لیکن اپنی بے عزتی کروانے بھی نہیں آیا۔''

میرے پاس الہ آباد کے بیرسٹر ظہور احمد بیٹھے تھے۔ وہ میرا کوٹ کھینچ کر کہنے لگے بیٹھ جاؤ لیکن خلیفہ شجاع الدین پیچھے بیٹھے کہہ رہے تھے: ''نہیں بولنے دو نہیں۔''

مسٹر جناح یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے اور مسکرا رہے تھے۔ انہوں نے کھڑے ہو کر پوچھا: ''چاہتے کیا ہو'' میں

نے عرض کیا پنجاب مسلم لیگ کا الحاق انہوں نے فرمایا کہ تم میں سے ایک آدمی یہاں آ کر اپنا معاملہ پیش کرے۔ چنانچہ ملک برکت علی نے پلیٹ فارم پر جا کر تقریر شروع کر دی ان کی تقریر ختم ہوئی تو پورا ایوان ہمارا ہم خیال اور معاون بن گیا۔ لیکن مسٹر جناح نے چوبیس گھنٹے کی مہلت طلب کی اور فرمایا کہ سر سکندر حیات آج شام کی گاڑی سے کلکتہ آ رہے ہیں کل صبح اس بات کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ شام کو ہمیں پیغام ملا کہ دوسرے روز صبح آٹھ بجے مسٹر اصفہانی کے مکان پر جہاں مسٹر جناح مقیم تھے ہم حاضر ہوں تا کہ سر سکندر کی موجودگی میں معاملات طے کئے جائیں۔ سر سکندر کے ساتھ ان کے دونوں مسلمان وزیر اور تمام پارلیمنٹری سیکرٹری اور پرائیویٹ سیکرٹری آئے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ نواب ممدوٹ بھی ان کے ہمرکاب تھے۔

مسٹر جناح نے فرمایا کہ پنجاب میں ایک نئی پراونشل مسلم لیگ قائم کی جائے گی جسے مرتب و منظم کرنے کے لیے ایک پینتیس آدمیوں کی آرگنائزنگ کمیٹی مقرر کی جاتی ہے اور اس عارضی کمیٹی سے دونوں فریقوں کو مساوی نمائندگی حاصل ہوگی۔

غلام رسول نے یہ پوچھنے کی کوشش کی کہ ہمارے الحاق کی درخواست کا کیا حشر ہوا۔ لیکن مسٹر جناح نے جواب دیا ''گڑے مردے اکھاڑنے کا کچھ فائدہ نہیں'' پھر انہوں نے ملک برکت علی سے کہا کہ آرگنائزنگ کمیٹی کے لیے اپنے آدمیوں کے نام کی ایک فہرست تیار کریں۔ ملک برکت علی نے ایک کاغذ پر اٹھارہ آدمیوں کے نام لکھ دیئے۔ یہ اجلاس کم و بیش دو گھنٹے جاری رہا اور بعض معاملات پر سر سکندر حیات سے ہماری تیز و تند گفتگو بھی ہوئی۔

اسی شام آل انڈیا مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری نے آرگنائزنگ کمیٹی کی مکمل اور باضابطہ فہرست ہمارے پاس بھیجی تو ہمیں یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ اس میں ہماری پارٹی کے صرف دس آدمیوں کے نام تھے اور پچیس آدمی سر سکندر حیات کے تھے۔ غلام رسول خان غصے سے بے تاب ہو گئے' لیکن میں نے انہیں سمجھایا اب چاہے ہمارا ایک آدمی بھی شامل نہ کیا جائے کم از کم مجھے نہ تعجب ہوگا نہ افسوس' آرگنائزنگ کمیٹی مندرجہ ذیل اصحاب پر مشتمل تھی۔ (۱) سر سکندر حیات (صدر)، (۲) نواب سر شاہنواز خان ممدوٹ (۳) خان بہادر سعادت علی خان یونینسٹ پارٹی ایم ایل اے (۴) ملک خضر حیات ٹوانہ وزیر بلدیات (۵) میاں عبدالحئی وزیر تعلیم (۶) خان بہادر ملک احمد یار خان دولتانہ چیف پارلیمنٹری سیکرٹری (۷) سید افضال علی حسنی یونینسٹ پارٹی ایم ایل اے (۸) خان بہادر مشتاق علی گورمانی پارلیمانی پرائیویٹ سیکرٹری (۹) پیر مقبول محمود پارلیمنٹری سیکرٹری (۱۰) سید احمد علی پارلیمنٹری پرائیویٹ سیکرٹری (۱۱) میاں غیاث الدین ایم ایل اے (مرکزی اسمبلی) (۱۲) نواب زادہ خورشید علی خان ممبر کونسل آف سٹیٹ (۱۳) نواب سر محمد حیات خان نون یونینسٹ پارٹی ایم ایل اے (۱۴) راجہ فتح محمد خان یونینسٹ پارٹی ایم ایل اے (۱۵) خان بہادر مظفر خان یونینسٹ پارٹی ایم ایل اے (۱۶) خان بہادر نواب فضل علی یونینسٹ پارٹی ایم ایل اے (۱۷) راجہ غضنفر علی خان پارلیمنٹری سیکرٹری (۱۸) کیپٹن سر شیر محمد خان ایم ایل اے (مرکزی اسمبلی) (۱۹) خان بہادر شیخ کرامت علی یونینسٹ پارٹی ایم ایل اے (۲۰) چودھری محمد یٰسین یونینسٹ

پارٹی ایم ایل اے (۲۱) شیخ صادق حسن امرتسر (۲۲) مولانا غلام رسول مہر ایڈیٹر روزنامہ ''انقلاب'' لاہور (۲۳) خان بہادر غلام محی الدین قصوری یونینسٹ پارٹی ایم ایل اے (۲۴) شیخ فیض محمد پارلیمنٹری سیکرٹری (۲۵) خان بہادر چودھری ریاست علی یونینسٹ پارٹی ایم ایل اے (۲۶) ڈاکٹر علامہ محمد اقبال (۲۷) ملک زمان مہدی خان (۲۸) خلیفہ شجاع الدین (۲۹) غلام رسول خان (۳۰) ملک برکت علی (۳۱) پیر تاجدین (۳۲) مولانا غلام مرتضیٰ خان میکش ایڈیٹر روزنامہ ''احسان'' لاہور (۳۳) مولانا ظفر علی خان (۳۴) میاں عبدالعزیز بیرسٹرایٹ لا (۳۵) عاشق حسین بٹالوی۔

اب کلکتہ میں مزید قیام بے سود تھا۔ چنانچہ ۱۹/اپریل کی شام کو ہم واپس روانہ ہوئے۔ کلکتہ سے لاہور تک کا طویل سفر اور صبر آزما سفر اچھی خاصی کوفت میں کٹا۔ غلام رسول خان کے مزاج میں غصہ زیادہ تھا۔ وہ راستے میں بار بار کہتے تھے کہ اب پنجاب مسلم لیگ کو ختم سمجھو۔ کبھی کہتے افسوس ہماری دو سال کی محنت رائیگاں گئی۔ کبھی کہتے ہم لاہور جا کر ڈاکٹر (اقبال) صاحب کو کیا منہ دکھائیں گے۔ ملک مہدی زمان کو بظاہر مسلم لیگ سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی وہ کہتے تھے کہ میں تو لاہور پہنچ کر سیدھا اپنے گاؤں چلا جاؤں گا۔ میری زمینداری کے بہت سے کام رکے پڑے ہیں۔ خلیفہ شجاع الدین اور ملک برکت علی غالباً سوچ رہے تھے کہ ہائی کورٹ کھلنے پر کون کون سی اپیلوں میں پیش ہونا پڑے گا۔ میں اس خیال میں خوش تھا کہ چلو ہر روز کی دانتا کلکل ختم ہوئی۔ اطمینان سے بیٹھ کر کچھ لکھنے پڑھنے کا کام کروں گا۔

۲۱/اپریل کو صبح نو بجے لاہور پہنچے ابھی گاڑی پلیٹ فارم پر اچھی طرح رکنے بھی نہ پائی تھی کہ ہم نے اخبار فروش لڑکے کو چلاتے ہوئے سنا وہ پکار پکار کر کہہ رہا تھا ''ڈاکٹر اقبال فوت ہو گئے''

اس خبر سے ہم پر ایک بجلی سی گر گئی اور تمام ساتھی دم بخود پریشان ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ اسٹیشن سے باہر آ کر اپنے گھروں کو واپس جانے کی بجائے ہم سیدھا جاوید منزل گئے۔ اور اس شخص کے جسدِ خاکی کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو آخری مرتبہ روشن کیا جس کے ساتھ نیازمندوں نے علم و ادب نہضتِ ثانیہ اور ملک و ملت کی حیات تازہ کی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں''۔ [1]

میں نے تو دل جلایا کہ روشن ہوں بام و در　　افسوس شب گزیدہ رہا میرا آفتاب
رکھا تھا ہم نے خواہشوں کو سطح آب پر　　رنگِ غبار اڑ گیا تو رہ گئے حباب

یہ ہے مسلم لیگ کے اس مزاج کی داستان جو احرار اور مسلم لیگ مفاہمت کے راستے میں سب بڑی دیوار ہے۔ جس کو پھاند کر اندر داخل ہونا احرار کے لیے ناممکن تھا اور اب بھی ہے۔

(۱) کتاب ''اقبال کے آخری دو سال'' عاشق حسین بٹالوی۔ کراچی۔ صفحہ ۶۵۴ سے ۶۶۹ تک